سُوۡرَةُ المُطَفِّفِين

سورۂ مطففین مکی ہے اور اس میں چھتیس آیتیں ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ ۙ﴿۱﴾

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی۔(۱)

الَّذِیۡنَ اِذَا اکۡتَالُوۡا عَلَی النَّاسِ یَسۡتَوۡفُوۡنَ ۫﴿۲﴾

کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔(۲)

وَ اِذَا کَالُوۡہُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡہُمۡ یُخۡسِرُوۡنَ ؕ﴿۳﴾

اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔[1] (۳)

اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّہُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ ۙ﴿۴﴾

کیا انہیں اپنے مرنے کے بعد جی اٹھنے کا خیال نہیں۔(۴)

لِیَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ۙ﴿۵﴾

اس عظیم دن کے لیے۔(۵)

یَّوۡمَ یَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ؕ﴿۶﴾

جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔[2] (۶)

☆۔ بعض اسے مکی اور بعض مدنی قرار دیتے ہیں، بعض کے نزدیک مکے اور مدینے کے درمیان نازل ہوئی۔ اس کی شان نزول میں یہ روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ ناپ تول کے لحاظ سے خبیث ترین لوگ تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی، جس کے بعد انہوں نے اپنی ناپ تول صحیح کرلی۔ (ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب التوفی فی الکیل والوزن)

(۱) یعنی لینے اور دینے کے الگ الگ پیمانے رکھنا اور اس طرح ڈنڈی مار کر ناپ تول میں کمی کرنا، بہت بڑی اخلاقی بیماری ہے جس کا نتیجہ دین و آخرت میں تباہی ہے۔ ایک حدیث میں ہے، جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے، تو اس پر قحط سالی سخت محنت اور حکمرانوں کا ظلم مسلط کر دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ، نمبر ۴۰۱۹، ذکرہ الألبانی فی الصحیحۃ نمبر ۱۰۶، من عدۃ طرق ولہ شواھد)

(۲) یہ ڈنڈی مارنے والے اس بات سے نہیں ڈرتے کہ ایک بڑا ہولناک دن آنے والا ہے جس میں سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے جو تمام پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ یہ کام وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں اللہ کا خوف اور قیامت کا ڈر نہیں ہے۔ احادیث میں آتا ہے، کہ جس وقت رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے تو پسینہ انسانوں کے آدھے آدھے کانوں تک پہنچا ہو گا۔ (صحیح بخاری، تفسیر سورۃ المطففین) ایک اور روایت میں ہے کہ قیامت والے دن سورج مخلوق کے اتنا قریب ہو گا کہ ایک میل کی مقدار کے قریب فاصلہ ہو گا۔ (حدیث کے راوی حضرت سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میل سے زمین کی مسافت والا میل

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ﴿٧﴾

یقیناً بدکاروں کا نامہ اعمال سجین میں ہے۔ (۱) (۷)

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ﴿٨﴾

تجھے کیا معلوم سجین کیا ہے؟ (۸)

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿٩﴾

(یہ تو) لکھی ہوئی کتاب ہے۔ (۹)

وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٠﴾

اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہے۔ (۱۰)

الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿١١﴾

جو جزا و سزا کے دن کو جھٹلاتے رہے۔ (۱۱)

وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿١٢﴾

اسے صرف وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے آگے نکل جانے والا (اور) گناہ گار ہوتا ہے۔ (۱۲)

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣﴾

جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہہ دیتا ہے کہ یہ اگلوں کے افسانے ہیں۔ (۲) (۱۳)

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾

یوں نہیں (۳) بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ (چڑھ گیا) ہے۔ (۴) (۱۴)

مراد لیا ہے یا وہ سلائی جس سے سرمہ آنکھوں میں ڈالا جاتا ہے) پس لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ہوں گے' یہ پسینہ کسی کے ٹخنوں تک' کسی کے گھٹنوں تک' کسی کی کمر تک ہوگا اور کسی کے لیے یہ لگام بنا ہوا ہوگا' یعنی اس کے منہ تک پسینہ ہوگا۔ (صحیح مسلم' صفة القیامة والجنة' باب فی صفة یوم القیامة)

(۱) سِجِّيْنٌ' بعض کہتے ہیں سِجنٌ (قید خانہ) سے ہے' مطلب ہے کہ قید خانے کی طرح ایک نہایت تنگ مقام ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ زمین کے سب سے نچلے حصے میں ایک جگہ ہے' جہاں کافروں' ظالموں اور مشرکوں کی روحیں اور ان کے اعمال نامے جمع اور محفوظ ہوتے ہیں۔ اسی لیے آگے اسے "لکھی ہوئی کتاب" قرار دیا ہے۔

(۲) یعنی اس کا گناہوں میں انہماک اور حد سے تجاوز اتنا بڑھ گیا ہے کہ اللہ کی آیات سن کر ان پر غور و فکر کرنے کے بجائے' انہیں اگلوں کی کہانیاں بتلاتا ہے۔

(۳) یعنی یہ قرآن کہانیاں نہیں' جیسا کہ کافر کہتے اور سمجھتے ہیں۔ بلکہ یہ اللہ کا کلام اور اس کی وحی ہے جو اس کے رسول پر جبرائیل علیہ السلام امین کے ذریعے سے نازل ہوئی ہے۔

(۴) یعنی ان کے دل اس قرآن اور وحی الٰہی پر ایمان اس لیے نہیں لاتے کہ ان کے دلوں پر گناہوں کی کثرت کی وجہ سے پردے پڑ گئے ہیں اور وہ زنگ آلود ہو گئے ہیں رَیْنٌ' گناہوں کی وہ سیاہی ہے جو مسلسل ارتکاب گناہ کی وجہ سے اس کے دل پر چھا جاتی ہے۔ حدیث میں ہے "بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے' اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو وہ سیاہی دور کر دی جاتی ہے' اور اگر توبہ کے بجائے' گناہ پر گناہ کیے جاتا ہے تو وہ سیاہی بڑھتی جاتی ہے' حتیٰ کہ اس کے پورے دل پر چھا جاتی ہے۔ یہی وہ رَیْنٌ ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ (ترمذی' باب تفسیر سورة

كَلَّآ إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ﴿١٥﴾

ہرگز نہیں یہ لوگ اس دن اپنے رب سے اوٹ میں رکھے جائیں گے۔[1] (۱۵)

ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ﴿١٦﴾

پھر یہ لوگ بالیقین جہنم میں جھونکے جائیں گے۔(۱۶)

ثُمَّ يُقَالُ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿١٧﴾

پھر کہہ دیا جائے گا کہ یہی ہے وہ جسے تم جھٹلاتے رہے۔(۱۷)

كَلَّآ إِنَّ كِتَٰبَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ﴿١٨﴾

یقیناً یقیناً نیکو کاروں کا نامۂ اعمال علیین میں ہے۔[2] (۱۸)

وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا عِلِّيُّونَ ﴿١٩﴾

تجھے کیا پتا کہ علیین کیا ہے؟(۱۹)

كِتَٰبٌ مَّرْقُومٌ ﴿٢٠﴾

(وہ تو) لکھی ہوئی کتاب ہے۔(۲۰)

يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ﴿٢١﴾

مقرب (فرشتے) اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔(۲۱)

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿٢٢﴾

یقیناً نیک لوگ (بڑی) نعمتوں میں ہوں گے۔(۲۲)

عَلَى الْأَرَآئِكِ يَنظُرُونَ ﴿٢٣﴾

مسہریوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے۔(۲۳)

تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿٢٤﴾

تو ان کے چہروں سے ہی نعمتوں کی تروتازگی پہچان لے گا۔[3] (۲۴)

يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ﴿٢٥﴾

یہ لوگ سربمہر خالص شراب پلائے جائیں گے۔[4] (۲۵)

خِتَٰمُهُۥ مِسْكٌ ۚ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ

جس پر مشک کی مہر ہوگی، سبقت لے جانے والوں کو اسی

المطففين، ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الذنوب- مسند أحمد ٢/ ٢٩٧

(۱) ان کے برعکس اہل ایمان رؤیت باری تعالیٰ سے مشرف ہوں گے۔

(۲) عِلِّيِّين، عُلُوٌّ (بلندی) سے ہے۔ یہ سِجِّينٌ کے برعکس، آسمانوں میں یا جنت میں یا سدرۃ المنتہیٰ یا عرش کے پاس جگہ ہے جہاں نیک لوگوں کی روحیں اور ان کے اعمال نامے محفوظ ہوتے ہیں، جس کے پاس مقرب فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

(۳) جس طرح دنیا میں خوش حال لوگوں کے چہروں پر بالعموم تازگی اور شادابی ہوتی ہے جو ان آسائشوں، سہولتوں اور دنیوی نعمتوں کی مظہر ہوتی ہے جو انہیں فراوانی سے حاصل ہوتی ہیں۔ اسی طرح اہل جنت پر اعزاز و تکریم اور نعمتوں کی جو ارزانی ہوگی، اس کے اثرات ان کے چہروں پر بھی ظاہر ہوں گے، وہ اپنے حسن و جمال اور رونق و بہجت سے پہچان لیے جائیں گے کہ یہ جنتی ہیں۔

(۴) رَحِيقٌ صاف، شفاف اور خالص شراب کو کہتے ہیں جس میں کسی چیز کی آمیزش نہ ہو۔ مَخْتُومٌ (سربمہر) اس کے خالص پن کی مزید وضاحت کے لیے ہے، بعض کے نزدیک یہ مخلوط کے معنی میں ہے، یعنی شراب میں کستوری کی آمیزش ہوگی جس سے اس کا ذائقہ دوبالا اور خوشبو مزید خوش کن اور راحت افزا ہو جائے گی۔ بعض کہتے ہیں، یہ ختم سے ہے۔

الْمُتَنٰفِسُوْنَ ﴿٢٦﴾
میں سبقت کرنی چاہیے۔[1] (٢٦)

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿٢٧﴾
اور اس کی آمیزش تسنیم کی ہوگی۔[2] (٢٧)

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿٢٨﴾
(یعنی) وہ چشمہ جس کا پانی مقرب لوگ پئیں گے۔ (٢٨)

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿٢٩﴾
گنہگار لوگ ایمان والوں کی ہنسی اڑایا کرتے تھے۔[3] (٢٩)

وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿٣٠﴾
اور ان کے پاس سے گزرتے ہوئے آپس میں آنکھ کے اشارے کرتے تھے۔[4] (٣٠)

وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿٣١﴾
اور جب اپنے والوں کی طرف لوٹتے تو دل لگیاں کرتے تھے۔[5] (٣١)

وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَضَاۗلُّوْنَ ﴿٣٢﴾
اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے یقیناً یہ لوگ گمراہ (بے راہ)

یعنی اس کا آخری گھونٹ کستوری کا ہوگا۔ بعض خِتَامٌ کے معنی خوشبو کرتے ہیں، ایسی شراب جس کی خوشبو کستوری کی طرح ہوگی۔ (ابن کثیر) حدیث میں بھی یہی لفظ آیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جس مومن نے کسی پیاسے مومن کو ایک گھونٹ پانی پلایا، اللہ تعالیٰ اسے قیامت والے دن الرَّحِيقُ الْمَخْتُومُ پلائے گا، جس نے کسی بھوکے مومن کو کھانا کھلایا، اللہ تعالیٰ اسے جنت کے پھل کھلائے گا، جس نے کسی ننگے مومن کو لباس پہنایا، اللہ تعالیٰ اسے جنت کا سبز لباس پہنائے گا"۔ (مسند أحمد، ٣/ ١٣-١٤)

(١) یعنی عمل کرنے والوں کو ایسے عملوں میں سبقت کرنی چاہیے جس کے صلے میں جنت اور اس کی یہ نعمتیں حاصل ہوں۔ جیسے فرمایا، ﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ﴾ (الصافات، ٦١)

(٢) تَسْنِيمٌ کے معنی، بلندی کے ہیں۔ اونٹ کی کوہان، جو اس کے جسم سے بلند ہوتی ہے، اسے سَنَامٌ کہتے ہیں۔ قبر کے اونچا کرنے کو بھی تَسْنِيمُ الْقُبُورِ کہا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس میں تسنیم شراب کی آمیزش ہوگی جو جنت کے بالائی علاقوں سے ایک چشمے کے ذریعے سے آئے گی۔ یہ جنت کی بہترین اور اعلیٰ شراب ہوگی۔

(٣) یعنی انہیں حقیر جانتے ہوئے ان کا استہزا کرتے اور مذاق اڑاتے تھے۔

(٤) غَمْزٌ کے معنی ہوتے ہیں، پلکوں اور ابروؤں سے اشارہ کرنا۔ یعنی ایک دوسرے کو اپنی پلکوں اور ابروؤں سے اشارہ کر کے ان کی تحقیر اور ان کے مذہب پر طعن کرتے۔

(٥) یعنی اہل ایمان کا ذکر کر کے خوش ہوتے اور دل لگیاں کرتے۔ دوسرا مطلب اس کا یہ ہے کہ جب اپنے گھروں میں لوٹتے تو وہاں خوشحالی اور فراغت ان کا استقبال کرتی اور جو چاہتے وہ انہیں مل جاتا۔ اس کے باوجود انہوں نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا بلکہ اہل ایمان کی تحقیر اور ان پر حسد کرنے میں ہی مشغول رہے۔ (ابن کثیر)

وَمَآ أُرۡسِلُوا۟ عَلَيۡهِمۡ حَٰفِظِينَ ﴿٣٣﴾
فَٱلۡيَوۡمَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنَ ٱلۡكُفَّارِ يَضۡحَكُونَ ﴿٣٤﴾
عَلَى ٱلۡأَرَآئِكِ يَنظُرُونَ ﴿٣٥﴾
هَلۡ ثُوِّبَ ٱلۡكُفَّارُ مَا كَانُوا۟ يَفۡعَلُونَ ﴿٣٦﴾

ہیں۔[1] (۳۲)
یہ ان پر پاسبان بنا کر تو نہیں بھیجے گئے۔[2] (۳۳)
پس آج ایمان والے ان کافروں پر ہنسیں گے۔[3] (۳۴)
تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے۔ (۳۵)
کہ اب ان منکروں نے جیسا یہ کرتے تھے پورا پورا بدلہ پالیا۔[4] (۳۶)

سُوۡرَةُ الانشِقَاق

سورۂ انشقاق مکی ہے اور اس میں پچیس آیتیں ہیں۔

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

إِذَا ٱلسَّمَآءُ ٱنشَقَّتۡ ﴿١﴾
وَأَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡ ﴿٢﴾

جب آسمان پھٹ جائے گا۔[5] (۱)
اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گا[6] اور اسی کے لائق وہ ہے[7] (۲)

---

(۱) یعنی اہل توحید' اہل شرک کی نظر میں اور اہل ایمان اہل کفر کے نزدیک گمراہ ہوتے ہیں۔ یہی صورت حال آج بھی ہے۔ گمراہ اپنے کو اہل حق اور اہل حق کو گمراہ باور کراتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک سراسر باطل فرقہ اپنے سوا کسی کو مومن کہتا ہے اور نہ سمجھتا ہے۔ هَدَاهَا اللهُ تَعَالَىٰ۔

(۲) یعنی یہ کافر مسلمانوں پر نگران بنا کر تو نہیں بھیجے گئے ہیں کہ یہ ہروقت مسلمانوں کے اعمال و احوال ہی دیکھتے اور ان پر تبصرے کرتے رہیں' یعنی جب یہ ان کے مکلف ہی نہیں ہیں تو پھر کیوں ایسا کرتے ہیں۔

(۳) یعنی جس طرح دنیا میں کافر اہل ایمان پر ہنستے تھے' قیامت والے دن یہ کافر اللہ کی گرفت میں ہوں گے اور اہل ایمان ان پر ہنسیں گے۔ ان کو ہنسی اسی بات پر آئے گی کہ یہ گمراہ ہونے کے باوجود ہمیں گمراہ کہتے اور ہم پر ہنستے تھے۔ آج ان کو پتہ چل گیا کہ گمراہ کون تھا؟ اور کون اس قابل تھا کہ اس کا استہزا کیا جائے۔

(۴) ثُوِّبَ بمعنی أُثِيبَ' بدلہ دے دیئے گئے' یعنی کیا کافروں کو' جو کچھ وہ کرتے تھے' اس کا بدلہ دے دیا گیا ہے۔

(۵) یعنی جب قیامت برپا ہو گی۔

(۶) یعنی اللہ اس کو پھٹنے کا جو حکم دے گا' اسے سنے گا اور اطاعت کرے گا۔

(۷) یعنی اس کے یہی لائق ہے کہ سنے اور اطاعت کرے' اس لیے کہ وہ سب پر غالب ہے اور سب اس کے ماتحت ہیں۔ اس کے حکم سے سرتابی کرنے کی کس کو مجال ہو سکتی ہے؟

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝۳
اور جب زمین (کھینچ کر) پھیلا دی جائے گی۔[1] (۳)

وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝۴
اور اس میں جو ہے اسے وہ اگل دے گی اور خالی ہو جائے گی۔[2] (۴)

وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝۵
اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گی[3] اور اسی کے لائق وہ ہے۔(۵)

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝۶
اے انسان! تو اپنے رب سے ملنے تک یہ کوشش اور تمام کام اور محنتیں کر کے اس سے ملاقات کرنے والا ہے۔[4] (۶)

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝۷
تو (اس وقت) جس شخص کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا۔(۷)

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝۸
اس کا حساب تو بڑی آسانی سے لیا جائے گا۔[5] (۸)

---

(۱) یعنی اس کے طول و عرض میں مزید وسعت کر دی جائے گی۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس پر جو پہاڑ وغیرہ ہیں، سب کو ریزہ ریزہ کر کے زمین کو صاف اور ہموار کر کے بچھا دیا جائے گا۔ اس میں کوئی اونچ نیچ نہیں رہے گی۔

(۲) یعنی اس میں جو مردے دفن ہیں، سب زندہ ہو کر باہر نکل آئیں گے جو خزانے اس کے بطن میں موجود ہیں، وہ انہیں ظاہر کر دے گی، اور خود بالکل خالی ہو جائے گی۔

(۳) یعنی القا اور تخلی کا جو حکم اسے دیا جائے گا، وہ اس کے مطابق عمل کرے گی۔

(۴) یہاں انسان بطور جنس کے ہے جس میں مومن اور کافر دونوں شامل ہیں۔ کدح، سخت محنت کو کہتے ہیں، وہ محنت خیر کے کاموں کے لیے ہو یا شر کے لیے۔ مطلب یہ ہے کہ جب مذکورہ چیزیں ظہور پذیر ہوں گی یعنی قیامت آجائے گی تو اے انسان تو نے جو بھی، اچھا یا برا عمل کیا ہو گا، وہ تو اپنے سامنے پالے گا اور اسی کے مطابق تجھے اچھی یا بری جزا بھی ملے گی۔ آگے اس کی مزید تفصیل و وضاحت ہے۔

(۵) آسان حساب یہ ہے کہ مومن کا اعمال نامہ پیش ہو گا۔ اس کی غلطیاں بھی اس کے سامنے لائی جائیں گی، پھر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل و کرم سے انہیں معاف فرما دے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کا حساب لیا گیا وہ ہلاک ہو گیا۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا، جس کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا گیا، اس کا حساب آسان ہو گا"۔ (مطلب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ تھا کہ اس آیت کی رو سے حساب تو مومن کا بھی ہو گا لیکن وہ ہلاکت سے دوچار نہیں ہو گا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی "یہ تو پیشی ہے۔ (یعنی مومن کے ساتھ معاملہ حساب کا نہیں ہو گا، ایک سرسری سی پیشی ہو گی) مومن رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے، جس کا مناقشہ

وَّيَنْقَلِبُ إِلَىٰٓ أَهْلِهِۦ مَسْرُورًا ۝٩
اور وہ اپنے اہل کی طرف ہنسی خوشی لوٹ آئے گا۔ [1] (۹)

وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَٰبَهُۥ وَرَآءَ ظَهْرِهِۦ ۝١٠
ہاں جس شخص کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔ (۱۰)

فَسَوْفَ يَدْعُوا۟ ثُبُورًا ۝١١
تو وہ موت کو بلانے لگے گا۔ [2] (۱۱)

وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا ۝١٢
اور بھڑکتی ہوئی جہنم میں داخل ہو گا۔ (۱۲)

إِنَّهُۥ كَانَ فِىٓ أَهْلِهِۦ مَسْرُورًا ۝١٣
یہ شخص اپنے متعلقین میں (دنیا میں) خوش تھا۔ [3] (۱۳)

إِنَّهُۥ ظَنَّ أَن لَّن يَحُورَ ۝١٤
اس کا خیال تھا کہ اللہ کی طرف لوٹ کر ہی نہ جائے گا۔ [4] (۱۴)

بَلَىٰٓ إِنَّ رَبَّهُۥ كَانَ بِهِۦ بَصِيرًا ۝١٥
کیوں نہیں، [5] حالانکہ اس کا رب اسے بخوبی دیکھ رہا تھا۔ [6] (۱۵)

فَلَآ أُقْسِمُ بِٱلشَّفَقِ ۝١٦
مجھے شفق کی قسم! [7] اور رات کی! (۱۶)

ہوا یعنی پوچھ گچھ ہوئی وہ مارا گیا"۔ (صحیح البخاری، تفسیر سورۃ انشقاق) ایک اور روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ نبی ﷺ اپنی بعض نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے۔ «اللَّهُمَّ حَاسِبْنِي حِسَابًا يَسِيرًا» (اے اللہ میرا حساب آسان فرمانا) نماز سے فراغت کے بعد میں نے پوچھا، حِسَابًا يَسِيرًا (آسان حساب) کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس کا اعمال نامہ دیکھے گا اور پھر اسے معاف فرمادے گا...... (مسند احمد، ۶/۴۸)

(۱) یعنی جو اس کے گھر والوں میں سے جنتی ہوں گے۔ یا اس سے مراد وہ حور عین اور ولدان ہیں جو جنتیوں کو ملیں گے۔

(۲) ثُبُورًا ہلاکت، خسارہ۔ یعنی وہ چیخے گا، پکارے گا، واویلا کرے گا کہ میں تو مارا گیا، ہلاک ہو گیا۔

(۳) یعنی دنیا میں اپنی خواہشات میں مگن اور اپنے گھر والوں کے درمیان بڑا خوش تھا۔

(۴) یہ اس کے خوش ہونے کی علت ہے۔ یعنی آخرت پر اس کا عقیدہ ہی نہیں تھا۔ حور کے معنی ہیں، لوٹنا۔ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ (صحیح مسلم، الحج، باب مایقول إذا رکب إلی سفر الحج وغیرہ۔ ترمذی، ابن ماجہ) مسلم میں بعد الکون ہے۔ مطلب ہے "اس بات سے میں پناہ مانگتا ہوں کہ ایمان کے بعد کفر، اطاعت کے بعد معصیت یا خیر کے بعد شر کی طرف لوٹوں"۔

(۵) ایک ترجمہ اس کا یہ بھی ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ نہ لوٹے اور دوبارہ زندہ نہ ہو، یا بَلَىٰ، کیوں نہیں، یہ ضرور اپنے رب کی طرف لوٹے گا۔

(۶) یعنی اس سے اس کا کوئی عمل مخفی نہیں تھا۔

(۷) شَفَقٌ، اس سرخی کو کہتے ہیں جو سورج غروب ہونے کے بعد آسمان پر ظاہر ہوتی ہے اور عشا کا وقت شروع ہونے

وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾
وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾
لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾
فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۲۰﴾
وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ﴿۲۱﴾ السجدة ۱۳
بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ ﴿۲۲﴾
وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ﴿۲۳﴾
فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۲۴﴾
إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿۲۵﴾

اور اس کی جمع کردہ[1] چیزوں کی قسم۔(۱۷)
اور چاند کی جب کہ وہ کامل ہو جاتا ہے۔[2] (۱۸)
یقیناً تم ایک حالت سے دوسری حالت پر پہنچو گے۔[3] (۱۹)
انہیں کیا ہو گیا کہ ایمان نہیں لاتے۔(۲۰)
اور جب ان کے پاس قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے۔[4] (۲۱)
بلکہ جنہوں نے کفر کیا وہ جھٹلا رہے ہیں۔[5] (۲۲)
اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ دلوں میں رکھتے ہیں۔[6] (۲۳)
انہیں المناک عذابوں کی خوشخبری سنا دو۔(۲۴)
ہاں ایمان والوں اور نیک اعمال والوں کو بے شمار اور نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔(۲۵)

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ

سورۂ بروج مکی ہے اور اس میں بائیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تک رہتی ہے۔

(۱) اندھیرا ہوتے ہی ہر چیز اپنے ماویٰ اور مسکن کی طرف جمع اور سمٹ آتی ہے یعنی رات کا اندھیرا جن چیزوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے۔

(۲) إِذَا اتَّسَقَ کے معنی ہیں، جب وہ مکمل ہو جائے جیسے وہ تیرھویں کی رات سے سولھویں تاریخ کی رات تک رہتا ہے۔

(۳) طَبَقٌ کے اصل معنی شدت کے ہیں۔ یہاں مراد وہ شدائد ہیں جو قیامت والے دن واقع ہوں گے۔ یعنی اس روز ایک سے بڑھ کر ایک حالت طاری ہو گی۔ (فتح الباری، تفسیر سورۃ انشقاق) یہ جواب قسم ہے۔

(۴) احادیث سے یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا سجدہ کرنا ثابت ہے۔

(۵) یعنی ایمان لانے کے بجائے جھٹلاتے ہیں۔

(۶) یعنی تکذیب، یا جو افعال وہ چھپ کر کرتے ہیں۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں سورۃ والطارق اور سورۃ البروج پڑھتے تھے۔ (الترمذی)

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱
وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲
وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝۳
قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝۴
النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝۵
اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝۶
وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝۷
وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۸

برجوں والے آسمان کی قسم![1] (۱)
وعدہ کیے ہوئے دن کی قسم![2] (۲)
حاضر ہونے والے اور حاضر کیے گئے کی قسم![3] (۳)
(کہ) خندقوں والے ہلاک کیے گئے۔[4] (۴)
وہ ایک آگ تھی ایندھن والی۔[5] (۵)
جبکہ وہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے تھے۔[6] (۶)
اور مسلمانوں کے ساتھ جو کر رہے تھے اس کو اپنے سامنے دیکھ رہے تھے۔ (۷)
یہ لوگ ان مسلمانوں (کے کسی اور گناہ کا) بدلہ نہیں لے رہے تھے' سوائے اس کے کہ وہ اللہ غالب لائق حمد کی ذات پر ایمان لائے تھے۔[7] (۸)

---

(۱) بُرُوجٌ بُرْجٌ محل کی جمع ہے۔ بُرْجٌ کے اصل معنی ہیں ظہور۔ یہ کواکب کی منزلیں ہیں جنہیں ان کے محل اور قصور کی حیثیت حاصل ہے۔ ظاہر اور نمایاں ہونے کی وجہ سے انہیں بروج کہا جاتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے 'الفرقان' ۶۱ کا حاشیہ۔ بعض نے بروج سے مراد ستارے لیے ہیں۔ یعنی ستارے والے آسمان کی قسم۔ بعض کے نزدیک اس سے آسمان کے دروازے یا چاند کی منزلیں مراد ہیں۔ (فتح القدیر)

(۲) اس سے مراد بالاتفاق قیامت کا دن ہے۔

(۳) شَاهِدٍ اور مَشْهُودٍ کی تفسیر میں بہت اختلاف ہے۔ امام شوکانی نے احادیث و آثار کی بنیاد پر کہا ہے کہ شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے' اس دن جس نے جو بھی عمل کیا ہو گا یہ قیامت کے دن اس کی گواہی دے گا۔ اور مشہود سے عرفے (۹ ذوالحجہ) کا دن ہے جہاں لوگ حج کے لیے جمع اور حاضر ہوتے ہیں۔

(۴) یعنی جن لوگوں نے خندقیں کھود کر اس میں رب کے ماننے والوں کو ہلاک کیا' ان کے لیے ہلاکت اور بربادی ہے' قُتِلَ بمعنی لُعِنَ

(۵) النَّارِ، اَلْأُخْدُودِ سے بدل اشتمال ہے ذَاتِ الْوَقُودِ، النَّار کی صفت ہے۔ یعنی یہ خندقیں کیا تھیں؟ ایندھن والی آگ تھیں' جو اہل ایمان کو اس میں جھونکنے کے لیے دہکائی گئی تھی۔

(۶) کافر بادشاہ یا اسکے کارندے' آگ کے کنارے بیٹھے اہل ایمان کے جلنے کا تماشا دیکھ رہے تھے' جیسا کہ اگلی آیت میں ہے۔

(۷) یعنی ان لوگوں کا جرم' جنہیں آگ میں جھونکا جا رہا تھا' یہ تھا کہ وہ اللہ غالب پر ایمان لے آئے تھے۔ اس واقعے کی تفصیل جو صحیح احادیث سے ثابت ہے' مختصراً اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ؕ ﴿۹﴾

جس کے لیے آسمان و زمین کا ملک ہے- اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے ہر چیز- (۹)

واقعہ اصحاب الاخدود:

گزشتہ زمانے میں ایک بادشاہ کا جادوگر اور کاہن تھا' جب وہ کاہن بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ مجھے ایک ذہین لڑکا دو' جسے میں یہ علم سکھا دوں- چنانچہ بادشاہ نے ایک سمجھدار لڑکا تلاش کر کے اس کے سپرد کر دیا- لڑکے کے راستے میں ایک راہب کا بھی مکان تھا' یہ لڑکا آتے جاتے اس کے پاس بھی بیٹھتا اور اس کی باتیں سنتا' جو اسے اچھی لگتیں- اسی طرح سلسلہ چلتا رہا- ایک مرتبہ یہ لڑکا جا رہا تھا کہ راستے میں ایک بہت بڑے جانور (شیر یا سانپ وغیرہ) نے لوگوں کا راستہ روک رکھا تھا- لڑکے نے سوچا' آج میں پتہ کرتا ہوں کہ جادوگر صحیح ہے یا راہب؟ اس نے ایک پتھر پکڑا اور کہا "اے اللہ' اگر راہب کا معاملہ' تیرے نزدیک جادوگر کے معاملے سے بہتر اور پسندیدہ ہے تو اس جانور کو مار دے' تاکہ لوگوں کی آمدورفت جاری ہو جائے"- یہ کہہ کر اس نے پتھر مارا اور وہ جانور مر گیا- لڑکے نے جا کر یہ واقعہ راہب کو بتلایا- راہب نے کہا' بیٹے! اب تم فضل و کمال کو پہنچ گئے ہو اور تمہاری آزمائش شروع ہونے والی ہے- لیکن اس دور ابتلا میں میرا نام ظاہر نہ کرنا- یہ لڑکا مادر زاد اندھے' برص اور دیگر بعض بیماریوں کا علاج بھی کرتا تھا- لیکن ایمان باللہ کی شرط پر' اسی شرط پر اس نے بادشاہ کے ایک نابینا مصاحب کی آنکھیں بھی' اللہ سے دعا کر کے صحیح کر دیں- یہ لڑکا یہی کہتا تھا کہ اگر تم ایمان لے آؤ گے تو میں اللہ سے دعا کروں گا' وہ شفا عطا فرما دے گا' چنانچہ اس کی دعا سے اللہ شفایاب فرما دیتا- یہ خبر بادشاہ تک بھی پہنچی تو وہ بہت پریشان ہوا' بعض اہل ایمان کو تو اس نے قتل کروا دیا- اس لڑکے کے بارے میں اس نے چند آدمیوں کو کہا کہ اسے پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر نیچے پھینک دو' اس نے اللہ سے دعا کی' پہاڑ میں لرزش پیدا ہوئی' جس سے وہ سب گر کر مر گئے اور اللہ نے اسے بچا لیا- بادشاہ نے اسے دوسرے آدمیوں کے سپرد کر کے کہا کہ ایک کشتی میں بٹھا کر سمندر کے بیچ میں لے جا کر اسے پھینک دو' وہاں بھی اس کی دعا سے کشتی الٹ گئی' جس سے وہ سب غرق ہو گئے اور یہ بچ گیا- اس لڑکے نے بادشاہ سے کہا' اگر تو مجھے ہلاک کرنا چاہتا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک کھلے میدان میں لوگوں کو جمع کرو اور «بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ» کہہ کر مجھے تیر مار- بادشاہ نے ایسا ہی کیا' جس سے وہ لڑکا مر گیا لیکن سارے لوگ پکار اٹھے' کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے- بادشاہ اور زیادہ پریشان ہو گیا- چنانچہ اس نے خندقیں کھدوائیں اور اس میں آگ جلوائی اور حکم دیا کہ جو ایمان سے انحراف نہ کرے' اس کو آگ میں پھینک دو- اس طرح ایمان دار آتے رہے اور آگ کے حوالے ہوتے رہے' حتیٰ کہ ایک عورت آئی' جس کے ساتھ ایک بچہ تھا' وہ ذرا ٹھٹکی' تو بچہ بول پڑا' اماں' صبر کر' تو حق پر ہے"- (صحيح مسلم' ملخصاً' كتاب الزهد والرقاق' باب قصة أصحاب الأخدود) امام ابن کثیر نے اور بھی بعض واقعات نقل کیے ہیں جو اس سے مختلف ہیں اور کہا ہے' ممکن ہے اس قسم کے متعدد واقعات مختلف جگہوں پر ہوئے ہوں- (تفصیل کے لیے دیکھئے تفسیر ابن کثیر)